

کی زمین جھوڑتے ہیں، جانے کب پلٹیں، پلٹیں نہ پلٹیں۔ ان اب وجد کی یاد آئی کہ گزرے ہوئے مذہبی بیت گنیں پر چونا زنگِ مزار اسی طرح چلتے ہیں اور مرکے منگِ مزار اسی طرح لو دیتے ہیں گوا بھی تدفین ہوتی ہے اور ان نظلوم بدنصیب بزرگوں کی یاد آئی کہ ابھی دنیا سے انھیں ہیں پر جانے کسی سکھی کس بن میں پڑے ہیں کہ نہ الحد کی آغوش میسر آئی، نہ کفن کا آنچل نصیب ہوا۔ کیسا خیال تھا کہ ساختہ آنکھ بھرا تی کہنا قبور کے درمیان ایک ہر فی کو حیران چڑان پھرتے اور کسی جستجو میں بھکتے دیکھا تو عجب ساخیال آیا کہ ہمیں جانے سے روکتی ہے میں نے جلدی سے ادھر سے نجاح پھیر لی اور گھوڑے کو اپڑ دی کہ دم کے دم میں ہوا سے باہمیں کرنے لگا اور شہر پناہ سے دوز تکل گیا۔ ایک نیل کنٹھ بائیں سمت کے ایک بخحر سے کہ بر قتار میں جکڑ اکھڑا تھا۔ رڑ رڑ آنا اٹھا اور سامنے سے رستہ کا ٹتا ہوا دایمیں سمت دوز تکل گیا میرے قدم رکے پر دوسرے، ہی لمجھے میرے چاک رہوار کی پشت پر پڑا اور ٹاپوں کی گوئی میں دور دراز فاصلے گم ہوتے نظر آئے۔

”میں دن میں اس طبق سفر کرتا رہا کہ جسم فرس کی پست سے پیوست اور نظر میں آسمان بہم جہاں طوطا پرہوا رکھتا تھا گویا ایک ہری بھری کیا ری فضائیں تیرتی بھتی اور ہمہ پہ سایہ کرتی بھتی تیرتے دن سفر نے طول کھینچا کہ شام پڑ گئی اور آس پاس کوئی بستی نظر نہ آئی کہ بسیر کریں۔ رہوار تیز گام درمانہ گی سے قدر کے سُست گام ہوا اور نظر اپنی اس ہری بھری کیا ری سے بھٹک بھٹک جاتی بھتی۔ ناگاہ آسمان پر ایک ستارہ دمدار نظر آیا۔ دل دھک سے رہ گیا اور بسیوں طرح کے دوسوں نے گھیرا اور سو سو ٹرف گماں گیاتا دیہ اس ستارہ دمدار کو تکتا رہا۔ اور جلپتار ہا۔ چلتے چلتے یہ کاک طوطے کا خیال آیا۔ اب جو اس منحوس ستارے سے نظر ہٹاتا ہوں اور اس سبز کیا ری کو ٹوٹ لتا ہوں تو اسے ندارد پایا۔ ساری چال بھیول گیا۔ رستہ سفر کا گم گیا۔

ٹوٹے بیان بولتے بولتے جپ ہرگئے، ہم سمجھے کہ دم لینے کو رکے ہیں لیکن دیر ہو گئی اور

وہ گم سُم آسمان کو دیکھتے رہے۔ رات بھیگ چلی تھی۔ طوٹے کی قبر پہ سایہ کرنا لگا۔ اپنے چاندنی میں ڈوبنا اوس میں منایا چب کھڑا تھا اور مول طوٹے کی قبر سے پرسے یوں بکھرا پڑا تھا جیسے اوس کے ساتھ برس لے ہے۔ طوٹے میاں نے جنبش کی، سامنے پڑے ہوئے راکھ کے ڈھنگر کو جھٹی سے کر دیدا، سلکتے پلے کو چلم میں رکھو، چلم منہ میں لمبے لمبے کش لئے اور بچھر آسمان کو دیکھنے لگا۔ ہمیں لونکنے اور پوچھنے کی کہ آگے کیا ہوا جرأت نہ ہوئی۔ رات بھیگ چلی تھی اور ہمیں بلکل ہلکی ہلکی ہڑی لکنے لگی تھی۔ چب چاپ وہاں سے اٹھئے اور اداس اداس گھر کو پلے۔“

حکیم جی چب ہوئے۔ عدالت علی کے ہاتھ سے حفظ کی نئے کر اپنی طرف موڑی اور آنکھیں بند کر خاموش پینے لگے۔ دیتک خاموش فضائیں صرف حفظ کی گزگڑا ہست گو سنجھتی رہی۔ بچھر حکیم جی بولے ”جنہی آدمی تھے۔ دوسروں کے لئے بہت تکلیفیں اٹھائیں مگر جب اپنا وقت آیا تو کسی کو تکلیف نہ دی۔ ہم میں سے کسی کو بھی بپتہ نہ چلا۔ میں انساڑوں کیجا کخلاف معمول اول شب ہمیں رخصت کر دیا اور جمرے میں جا کر پڑے رہے۔ اللہ دیا کہتا تھا کہ صحیح کو طوٹے بہت چیخ رہے رہے تھے جب بہت دیر انہیں چھینتے چھینتے ہو گئی تو میں باغ سے نکل طوٹے میاں کی طرف آیا۔ پرانی طوٹے میاں تھے، ہی نہیں بس طوٹے چلا رہے تھے میں حریان کہ طوٹے میاں کو آج کیا ہوا۔ جمرے کو کھکھلایا۔ کوئی نہ بولے۔ بچھر دروازہ کھولا۔ طوٹے میاں کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ میں بالکل یوں سمجھا کہ طوٹے میاں سور ہے ہیں۔“

عدالت علی خاموش حفظ پتے رہے۔ بچھر بولے ”حکیم جی بہت رات ہو گئی۔“ حکیم جی بولے ”لو محجھے تو قصرہ سنانے میں رات کا پتہ بھی نہ چلا۔ بہت دیر ہو گئی۔ مجھے آ صبح سویرے اٹھنا تھا۔“

حکیم جی کروٹ لے کر سو گئے۔ بچھر عدالت علی کی آنکھیں نیند سے بوچبل ہوتے لگیں۔ نصیر نے دیر ہوئی خراٹے لیتے شروع کر دیے تھے۔ مگر عنہی کی آنکھوں سے نیند